22140219

International Baccalaureate®
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

URDU A: LITERATURE – STANDARD LEVEL – PAPER 1
OURDOU A : LITTÉRATURE – NIVEAU MOYEN – ÉPREUVE 1
URDU A: LITERATURA – NIVEL MEDIO – PRUEBA 1

Friday 9 May 2014 (morning)
Vendredi 9 mai 2014 (matin)
Viernes 9 de mayo de 2014 (mañana)

1 hour 30 minutes / 1 heure 30 minutes / 1 hora 30 minutos

INSTRUCTIONS TO CANDIDATES

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a guided literary analysis on one passage only. In your answer you must address both of the guiding questions provided.
- The maximum mark for this examination paper is *[20 marks]*.

INSTRUCTIONS DESTINÉES AUX CANDIDATS

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez une analyse littéraire dirigée d’un seul des passages. Les deux questions d’orientation fournies doivent être traitées dans votre réponse.
- Le nombre maximum de points pour cette épreuve d’examen est *[20 points]*.

INSTRUCCIONES PARA LOS ALUMNOS

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un análisis literario guiado sobre un solo pasaje. Debe abordar las dos preguntas de orientación en su respuesta.
- La puntuación máxima para esta prueba de examen es *[20 puntos]*.

© International Baccalaureate Organization 2014

صرف **ایک** اقتباس پر ہدایات کے مطابق ادبی تجزیہ لکھیئے۔ آپ کا تجزیہ آپ کی رہنمائی کے لئے فراہم کردہ دونوں سوالات کی روشنی میں ہونا لازمی ہے۔

.1

اسے پہلے تعجب ہوا پھر افسوس ہوا۔ تعجب اس بات پر کہ بادل اتنے امڈ گھمڈ آئے تھے اور برسے نہیں پھر گئے کہاں؟ افسوس اس پر کہ وہ سو کیوں گیا۔ جیسے وہ جاگتا رہتا تو پھر بادل آنکھوں سے اوجھل نہ ہو پاتے اور پھر برس کر ہی رہ جاتے۔ وہ بارش ہو جاتی تو موسم کی پہلی بارش ہوتی۔ مگر اس کے سوتے ہوئے بادل گھر کر آئے اور چلے گئے۔۔۔ وہ اسکول کا راستہ چھوڑ کر کھیتوں میں نکل گیا۔ کھیتوں کے بیچ پتلی پتلی بٹیوں پر ہوتا ہوا وہ دور نکل گیا۔ دھوپ بہت تیز تھی اس کا بدن پھنکنے لگا۔ حلق خشک ہو گیا۔ کئی کھیت پار کرنے کے بعد گھنی چھاؤں والا ایک پیڑ دکھائی دیا۔ اس کی چھاؤں میں ایک کنواں چل رہا تھا گویا ریگستان میں چلتے چلتے نخلستان آ گیا۔ اس نے درخت کی چھاؤں میں پہنچ کر کتابوں کا بیگ ایک طرف رکھا۔ کنویں کے پاس پہنچ کر رہٹ سے نکلتے ہوئے پانی سے پیر دھوئے، ہاتھ منہ دھویا اور پھر جی بھر کر پانی پیا۔ منہ ہاتھ دھو کر، پانی پی کر آنکھوں میں ٹھنڈک اور روشنی آئی۔ اب اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ کنویں کے پاس ہی ٹوٹے سے مونڈھے پر ایک بڑے میاں حُقّہ پی رہے تھے۔ اس نے کئی مرتبہ بڑے میاں کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا مگر پھر ہمت چھوڑ بیٹھا۔ آخر اس نے ہمت باندھی اور بولا، "بڑے میاں ادھر بادل آئے تھے؟" بڑے میاں نے حقہ پیتے پیتے اسے غور سے دیکھا پھر بولے، "بیٹا بادل چھپ کر تو نہیں آئیں گے جو گھر کر آئیں گے تو آسمان زمین کو پتہ چل جائے گا"۔

"مگر رات تو بادل آئے تھے اور کسی کو پتہ ہی نہ چلا۔"

"رات۔۔ بادل آئے تھے؟" بڑے میاں نے کچھ سوچا پھر اُونچی آواز میں الہ دین سے مخاطب ہوئے۔ "الہ دین، رات بادل آئے تھے؟" الہ دین بیلوں کو ہانکتے ہانکتے رکا اور بولا "میں تو جی رات کھاٹ پہ پیٹھ لگاتے ہی سو گیا تھا۔ مجھے پتہ نہیں"۔ پھر بڑے میاں بولے "بیٹا، بادلوں کے خالی آنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں ایسے علاقے میں رہ چکا ہوں جہاں دس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔"

"دس سال سے!" اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں، دس سال سے۔ مگر بادل آتے تھے۔ میں جن دنوں وہاں تھا ان دنوں بھی ایک دفعہ بادل بہت گھر کے آئے تھے مگر پانی کی ایک بوند نہیں پڑی۔"

"عجیب بات ہے"

"عجیب بات کوئی نہیں۔ بارش اس کے حکم سے ہوتی ہے۔ اسکا حکم ہوتا ہے تو بادل برستے ہیں۔ اس کا حکم نہیں ہوتا تو بادل نہیں برستے۔" بڑے میاں کے اس بیان کے ساتھ ساتھ اس کے تصور میں پچھلی مختلف گھٹائیں امڈ آئیں۔ وہ گھٹائیں جو گھٹاٹوپ اندھیرے کے ساتھ اٹھیں جیسے برس کر جل تھل کر دیں گی مگر بوند برسائے بغیر گزر گئیں۔ وہ گھٹائیں جو چند بے معنی سی بدلیوں کی

صورت میں آئیں اور ایسی برسیں کہ تال تلیاں اُمڈ آئیں۔ بڑے میاں نے تپتے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر بڑبڑائے، "موسم گزرا جا رہا ہے۔ پتہ نہیں اس کا حکم کب ہو گا۔ "

جواب میں وہ بھی بڑبڑایا۔ "مینہ برستا ہی نہیں پتہ نہیں بادل آ کے کہاں چلے گئے۔"

"بیٹا، کیا برسے۔۔۔ برسے گا تو خبریں آنے لگیں گی کہ سیلاب آ گیا۔ آسمان بخیل ہو گیا۔ زمین میں ظرف نہیں رہا۔ بارش ہوتی ہی نہیں۔ ہوتی ہے تو سیلاب اُمڈ پڑتا ہے۔" بڑے میاں کی باتیں اس کی سمجھ میں کچھ آئیں کچھ نہ آئیں۔ وہ بیٹھا سنتا رہا پھر اچانک اسے خیال آیا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ کتابوں کا بیگ گلے میں ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مٹی، دھول اور دھوپ میں وہ دیر تک چلتا رہا۔ جن راستوں سے آیا تھا انہی راستوں پر لوٹ رہا تھا۔ دھوپ اب بھی تیز تھی۔ مگر جب وہ کچی کھویا کے پاس پہنچا تو اسے لگا کہ ہوا میں ایک ٹھنڈی لکیر سی تیر گئی ہے اور قدموں کے نیچے مٹی کچھ سیلی سیلی ہے۔ بستی میں داخل ہوتے ہوئے اس نے دیکھا کہ رستہ یہاں سے وہاں تک گیلا ہے۔ درخت کہ اس کے جاتے وقت روز کی طرح دھول میں اٹے کھڑے تھے۔ اب نہائے دھوئے نظر آ رہے ہیں۔ اور نالہ کہ پچھلی برسات کے بعد سے خشک چلا آ رہا تھا۔ رواں ہو گیا ہے۔ خوشی کی ایک لہر اس کے اندر دوڑ گئی۔ اب اسے گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے صحن میں جامن کا جو پیڑ کھڑا ہے وہ کتنا تر و تازہ ہوا ہے۔ گھر پہنچ کر اس نے فضا کو بارش کے حساب سے بدلا ہوا پایا۔ جامن کے بہت سے پتے نیچے گرے پڑے تھے۔ اور گیلی مٹی میں لت پت تھے۔ باقی درخت نہایا دھویا کھڑا تھا۔ اور اماں جی ایک آسودگی کے لہجے میں کہہ رہی تھیں "اچھی بارش ہو گئی۔ اللہ تیرا شکر ہے۔ میرا تو گرمی سے دم الٹنے لگا تھا۔"

جامن کی ٹہنیوں سے بوندیں ابھی تک ٹپ ٹپ گر رہی تھیں۔ وہ پیڑ کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اور بوندوں کو اپنے سر پر اور اپنے گالوں پر لیا۔ اس کی نظر آسمان پہ گئی۔ آسمان دُھلا دُھلا نظر آ رہا تھا۔ ہوا میں کوئی بدلی نہیں تھی۔ اسے خیال آیا کہ وہ بادلوں کی تلاش میں دھوپ اور دھول میں کتنی دور تک گیا اور بادل اس کے پیچھے آئے اور برس کر چلے بھی گئے۔ اس خیال نے اسے اداس کر دیا۔ بارش میں بھیگی ساری فضا اسے بے معنی نظر آنے لگی۔

انتظار حسین، بادل، ۱۹۴۱

ا اقتباس پڑھکر بحث کریں کہ راوی اپنے انداز بیاں اور تفصیلات کے انتخاب سے تحریری انتخاب میں گہرائی کیسے پیدا کرتا ہے۔

ب مصنف کی تصویر کشی کی تشریح کریں اور تجزیہ کریں کہ مصنف کرداروں کی اقدار اور ان کے معاشرے کی نوعیت کو کیسے ظاہر کرتا ہے۔

.2

دنیا میں بادشاہ ہے، سو ہے وہ بھی آدمی　　اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
زردار، بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی　　نعمت جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ابدال و قطب و غوث و ولی، آدمی ہوئے　　منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے
کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کے کیے　　حتّٰی کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا　　شدّاد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا　　یہ بات ہے سمجھنے کی، آگے کہوں میں کیا
یہاں تک جو ہو چکا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
یہاں آدمی ہی نار ہے، اور آدمی ہی نور　　یہاں آدمی ہی پاس ہے، اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حُسن و قبح میں ہے یاں ظہور　　شیطان بھی آدمی ہے، جو کرتا ہے مکر و زور
اور ہادی، رہ نما ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں　　بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآں اور نمازیاں　　اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
یہاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی　　اور آدمی ہی تیغ سے مارے ہے آدمی
چِلا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی　　اور سُن کے دوڑتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

نظیر اکبر آبادی، ماسٹر پیسیز آف اردو نظم، (تدوین ۱۹۹۸)

ا　"انسان کے مختلف کرداروں" کے بارے میں، شاعر اپنے خیالات کس طرح پیش کرتا ہے؟ اظہار خیال کیجیے۔

ب　اس نظم میں استعمال کیے گئے لب و لہجے کا تجزیہ کریں۔